انتخاب از جناب محمد اقبال قریشی ہارون آبادی

# امامِ ربّانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے علوم و معارف

بروایت حکیم الامت مولانا تھانویؒ

## مختصر احوال و سوانح

**پیدائش** حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سہارن پور ضلع کے قصبہ گنگوہ محلہ سرائے متصل خانقاہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ بروز دوشنبہ بوقت چاشت پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحبؒ تھا جو حضرت شیخ غلام علی صاحب کے خلیفہ مجاز تھے۔

**تعلیم و تربیت** ابتدائی کتب گنگوہ میں مولانا عنایت احمدؒ سے پڑھیں۔ فارسی کی بقیہ کتب اپنے ماموں مولانا محمد تقی صاحب اور مولانا غوث محمد صاحب سے پڑھیں۔ عربی کا شوق ہونے پر ابتدائی صرف و نحو کی کتب مولانا محمد بخش صاحب رامپوری سے پڑھیں اور انہی کی ترغیب سے ۱۷ سال کی عمر میں ہدایت النحو پڑھ کر دہلی تشریف لے گئے۔ چند دنوں قاضی احمد الدین صاحب پنجابی سے پڑھا۔ اور اسی سال ۱۲۶۱ھ میں حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ جہاں ایک سال قبل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ تشریف لا چکے تھے۔ اس طرح دونوں شمس و قمر کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہوئی۔ علم حدیث خاندان ولی اللّٰہی کے آخری چشم و چراغ راس الاتقیاء حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلویؒ و مہاجر مدنی سے حاصل کیا۔ معقولات کی چند کتابیں مفتی صدرالدین صاحب آزردہ سے پڑھیں۔

**نکاح** حضرت گنگوہیؒ کا نکاح ان کے پاکباز اور پاک باطن ماموں حضرت مولانا محمد تقی صاحبؒ

مجاز طریقت سلسلہ قادریہ کی بزرگ اور صالح صاحبزادی حضرت خدیجہؒ سے ہوا۔ جنکی عمر ۱۵ برس اور حضرت گنگوہیؒ کی عمر ۱۲ برس تھی۔

**بیعت و سلوک** حضرت گنگوہیؒ دہلی سے دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد وطن عزیز تشریف لائے اور سید مومن علی صاحب کو علم دین پڑھانا شروع کیا۔ اسی دوران حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ کی تحریر دربارہ مسئلہ روضہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے گزری کہ جو جگہ ایک قبر کیلئے افتادہ ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے۔ یہ امر قطعی ہے اور اس کا منکر ایسا ہے، ویسا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت شیخ صاحبؒ کی اس تحریر پہ تحریر فرمایا کہ سارا ثبوت باحادیث اخبار احاد ہے۔ اس لئے اس سے علم ظنی حاصل ہوگا۔ قطعیت کا ثبوت دشوار ہے۔ یہ جواب حضرت شیخ صاحبؒ کی نظر سے گذرا تو جوش و غضب میں بھر گئے۔ پھر کیا تھا طرفین میں سوال و جواب شروع ہو گئے۔ بالآخر حضرت گنگوہیؒ ایک بارات کیساتھ تھانہ بھون تشریف لے گئے اور حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا منشاء عرض کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ کہہ کر کہ "وہ ہمارے بڑے ہیں" مناظرے سے منع فرمادیا۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت گنگوہی کے اصرار اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ کی سفارش پہ بیعت فرمالیا۔

**الزام بغاوت و گرفتاری** ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ہولناک حادثہ کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ ہندوستان سے ہجرت فرماکر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ اور امام ربانی حضرت گنگوہیؒ روپوش ہو گئے۔ تگڑی میں حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے آخری ملاقات کی۔ آپکی عدم موجودگی میں گنگوہ میں آپ کے ماموں زاد بھائی مولانا ابو النصرؒ کو گرفتار کر کے سخت زد و کوب کیا گیا اور پھر رہا کر دیا گیا۔ تگڑی سے گنگوہ واپسی کے بعد حضرتؒ کو حالات کا علم ہوا تو عزیز و اقارب کے مشورے سے اپنے دادھیال رامپور تشریف لے گئے لیکن مخبر کی خبر رسانی سے حکیم ضیاء الدین صاحبؒ کے مکان سے گرفتار ہوئے۔ سہارنپور کی جیل کی کال کوٹھری میں آپکو رکھا گیا مقدمہ چلتا رہا۔ حالات کی تفتیش جاری رہی۔ حاکم نے آپ سوال کیا کہ کیا آپ کے پاس اسلحہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اور جیب سے تسبیح نکال کر دکھائی۔

سہارنپور جیل سے آپ کو مظفر نگر جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ بالآخر جب گورنمنٹ کو کوئی ثبوت نہ ملا تو رہا کر دئیے گئے۔ زمانہ جیل میں اکثر قیدی آپ کے معتقد ہو گئے اور بہت سے تائب ہو کر بیعت ہو گئے۔ ہمیشہ جیل خانہ میں نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ رہائی کے بعد سلوک و تصوف

اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے ۔ اور ظالم حکومت کا مقابلہ کرنے کیلئے دو مشہور علمی دینی چھاؤنیوں دار العلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کی ترقی اور فلاح کے لئے مصروف ہو گئے ۔ یہاں سے ڈے بڑے جرنیلوں اور سپہ سالاروں کو تیار کیا جنکی کوششوں سے پاکستان بنا اور آجکل اس ادینی اور آزادی ملک کے زمانہ میں کچھ دینی فضا موجود ہے وہ ان کے روحانی فرزندوں کی مساعی ہائے سیلہ کا موجب ہے ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ ۔ آمین ۔

حج | قطب عالم حضرت گنگوہیؒ نے تین حج کئے ۔ پہلا حج ۱۲۸۰ھ میں ڈپٹی عبدالحق صاحب پشنر کے خرچہ سے کیا ۔ دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں اکابر دیوبند حضرت مولانا محمد قاسمؒ ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ، حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ و دیگر بزرگان کی معیت میں کیا ۔ تیسرا حج ۱۲۹۹ھ حاجی ظہور احمدؒ اور منشی تجمل حسین صاحبؒ کی معیت میں کیا ۔

وصال مبارک | ۱۲ ، ۱۳ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ کی شب میں نوافل تہجد میں آپکی خنصر و بنصر دونوں انگلیوں کے درمیان کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ۔ آپ کو پتہ بھی نہ چلا ۔ خدام نے صبح خون کے دھبے دیکھے ، خون کافی نکل گیا ۔ ضعف بڑھتا رہا اور زہر کا اثر ترقی کرتا رہا ۔ حتیٰ کہ ۲۷ جمادی الاول کو شدت کا بخار چڑھا ۔ آپ کے صاحبزادہ حکیم محمد مسعود صاحبؒ نے علاج کیطرف خصوصی توجہ کی لیکن افاقہ نہ ہوا بالآخر ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ بوقت اذان جمعہ واصل بحق ہوئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

حضرت شیخ الہندؒ نے اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصَّالِحِیْنَ ۔ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے مَوْلَانَا عَاشَ حَمِیْدًا مَاتَ شَھِیْدًا ۔ سے تاریخ وصال نکالی ۔

خلفاء مجاز | تذکرۃ الرشید میں خلفاء مجاز طریقت کی تعداد ۲۱ لکھی ہے ۔ چند مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ ، حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ اسیر مالٹا ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ حضرت مولانا صادق الیقین صاحبؒ ، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ وغیرہ ۔

حضرت امام ربانیؒ کا مقام پیر و مرشد کی نظر میں | سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اپنے رسالہ ضیاء القلوب میں تحریر فرماتے ہیں " ہر کہ ازیں فقیر محبت وارادت دارد مولوی رشید احمد سلمہ و مولوی محمد قاسم سلمہ کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من راقم اوراق بلکہ بدارج فوق از شمار ند اگرچہ معاملہ برعکس شد کہ او شان بجائے من و من مقام او شان

شدم و صحبت اوشاں را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زماں نایاب اند" یعنی جو لوگ مجھ سے محبت اور تعلق بیعت رکھتے ہیں، انہیں چاہئے کہ حضرت مولانا رشید احمدؒ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ جو ظاہری اور باطنی تمام کمالات کے جامع ہیں میری طرح بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ پر شمار کرے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے۔ کہ وہ میری جگہ ہیں اور میں انکی جگہ ہوں۔ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کیونکہ ایسے لوگ زمانہ میں نایاب ہیں۔ نیز قیام مکہ معظمہ کے دوران فرمایا " مولوی رشید احمد صاحب میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ لوگوں کو یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے" نیز اپنے مکتوب گرامی میں حضرت گنگوہیؒ کو تحریر فرماتے ہیں "میں نے ضیا القلوب میں آپ کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے" نیز آپ فرمایا کرتے کہ اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا۔ کہ امداد اللہ کیا لائے تو میں مولوی رشید احمد صاحبؒ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔" کج فہم اور کم سمجھ لوگ حضرت گنگوہیؒ کو یوں سمجھتے تھے کہ یہ اپنے شیخ کے طریقہ پر نہیں۔ ایسے کسی صاحب نے حضرت گنگوہیؒ سے کہا کہ حضرت حاجی صاحبؒ تو میلاد میں شرکت فرماتے ہیں اور آپ اس سے منع فرماتے ہیں، اس پر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اوّل تو تم اسکی حقیقت کو نہیں سمجھے اور اگر تمہارا ایسا ہی خیال ہے تو حضرت حاجی صاحبؒ سے ہم نے جو بیعت کی ہے وہ اصلاح باطن اور راہ سلوک طے کرنے کے لئے کی ہے۔ اور جہاں تک ظاہری احکام کا تعلق ہے۔ سو اس میں تو خود حضرتؒ کو بھی ہم سے پوچھ کر عمل کرنا چاہیے یہ معترض اس بات سے بہت ناراض ہوئے اور بطور شکایت کے یہ بات حضرت حاجی صاحبؒ سے جا لگائی کہ آپ کے مرید ہو کر آپکو ایسا کہتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ صحیح فرماتے ہیں۔ بیشک، ہمیں مسائل میں ان کو اتباع کرنا چاہیئے تب یہ صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

### حضرت امام ربّانی کا مقام اکابرِ امت کی نظر میں

مشہور صاحب کشف بزرگ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ فرمایا کرتے تھے "میاں مولانا رشید احمد صاحب کا کیا پوچھتے ہو وہ تو دریا پی گئے اور ڈکار تک نہ لی" حکیم نعمت اللہ صاحب مانک پور ضلع پرتاب گڑھ نے حضرت گنج مراد آبادیؒ سے عرض کیا کہ "حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کے نام خط لکھ دیں کہ وہ حدیث ختم کرا دیں۔ حضرتؒ نے فرمایا تم گنگوہ جاؤ۔ جب انہوں نے دوبارہ کہا تو فرمایا کہ ایک میں ہوں اور دوسرے رشید احمدؒ تیسرے ایسا کوئی مل جائے تو ظلمت فلسفہ دور ہو جائے، تم گنگوہ ہی جاؤ۔ ؏ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید" حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ آپ

ابو حنیفہ عصر اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری محدث آپکو فقیہہ النفس فرمایا کرتے تھے۔ مرشدنا حضرت حکیم الامتؒ آپ کو امام وقت فرمایا کرتے تھے۔

**حضرت حکیم الامتؒ اور قطب عالم حضرت امام ربانی**

حضرت حکیم الامتؒ کی دستاربندی حضرت امام ربانیؒ کے مقدس ہاتھوں سنہ ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ جب حضرت گنگوہیؒ دستاربندی کے لئے تشریف لائے تو حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے حکیم الامتؒ کی ذہانت اور ذکاوت کی تعریف کی۔ تعریف سن کر حضرت گنگوہیؒ نے مشکل مشکل سوالات کئے اور حضرت حکیم الامتؒ کے جوابوں سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت حکیم الامتؒ کی طالب علمی کے دوران ایک مرتبہ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کسی ضرورت سے مدرسہ دیوبند تشریف لائے۔ حضرت حکیم الامتؒ نہایت اشتیاق میں بغرض مصافحہ دوڑے تو ان اینٹوں کی وجہ سے جو اس وقت وہاں نو درہ کی تعمیر کیلئے پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت حکیم الامتؒ کا پاؤں بے اختیار پھسلا اور زمین پر گرنے ہی کو تھے کہ حضرت گنگوہیؒ نے فوراً ہاتھ پکڑ کر سنبھال لیا۔ حضرت حکیم الامتؒ کو حضرت گنگوہیؒ کی زیارت ہوتے ہی اس قدر کشش اور عقیدت ہوئی کہ بقول حضرت حکیم الامتؒ باوجود اس وقت حقیقت وغایت بیعت بھی نہ سمجھنے کے مولاناؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ مولاناؒ نے اس بناء پر کہ بزمانہ طالب علمی شغل باطن مخل تحصیل علم ہوگا۔ انکار فرما دیا۔ اس واقعہ کا مفصل ذکر حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے رسالہ یاد یاراں میں تحریر فرمایا ہے۔

**حضرت حکیم الامتؒ کی حضرت امام ربانی سے محبت وعقیدت**

حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قطب عالم حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کے ساتھ غیر اختیاری اور قلبی تعلق ہے اور حضرتؒ کی عظمت شان اور جلالت قدر بفضلہ تعالیٰ طبعی طور پر میرے دل میں ہے اور اسی قلبی وطبعی مناسبت کی وجہ سے میں نے بیعت کیلئے بھی حضرت گنگوہیؒ سے درخواست کی تھی مگر حضرتؒ کے قبول نہ فرمانے پر میں نے حضرت قطب عالم حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ تحریر کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ آپ حضرت گنگوہیؒ سے سفارش فرما دیں مگر اس کے جواب میں حضرت حاجی صاحبؒ نے خود بیعت فرمالیا۔ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت حکیم الامتؒ کے ہاں حضرت گنگوہیؒ کا ذکر شروع ہو جاتا تو دیر تک ان کے واقعات کمالات بیان فرماتے رہتے اور عجیب شان ہوتی تھی۔ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے۔ کہ ان حضرات کے ذکر میں بھی گرمی ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی مجھے پسینہ آرہا ہے۔" چنانچہ حضرت

حکیم الامتؒ نے اپنی باطنی پریشانی کے دوران حضرت گنگوہیؒ سے رجوع کیا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ شروع سے آخر تک اسی تجویز پر قائم رہے کہ خطرات منکرہ کیطرف التفات نہ کرو۔ حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے کہ یہی ارشاد مولانا کے امام فن ہونے کی دلیل ہے۔ اس دوران حضرت امام ربانیؒ دعا اور توجہ بھی خاص طور سے فرماتے رہے۔" حضرت حکیم الامتؒ پر جب قرض ہو گیا تو آپ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے پوچھا کہ کہو تو مدرسہ دیوبند میں تمہارے لئے مدرسی کی کوشش کروں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے عرض کیا کہ میرا تو اس وقت عرض کرنے کا مقصود صرف دعا ہے۔ باقی حضرت حاجی صاحبؒ نے بعد ترک تعلق کانپور کسی اور جگہ تعلق کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔ لیکن اگر حضرتؒ کی یہی تجویز ہے تو میں اس کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ کی تجویز سمجھوں گا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنی پچھلی تجویز منسوخ فرما کر اب بصورت تجویز فرمادی ہے کیونکہ تجویز مؤخر ناسخ ہوتی ہے تجویز مقدم کی۔ یہ سن کر حضرت گنگوہیؒ نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں فرمایا کہ نہیں نہیں اگر حضرت حاجی صاحبؒ کی ممانعت ہے تو میں اس کے خلاف مشورہ نہیں دیتا۔ چنانچہ دونوں حضرات کی دعا کی برکت سے قرضہ سے جلد سبکدوش ہو گئے۔

حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے والد ماجد کے ترکہ میں بعض مشتبہ اموال کو نہ لینا چاہا تو حضرت گنگوہیؒ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اگر لو تو فتویٰ سے گنجائش ہے اور اگر نہ لو تو خدا تعالیٰ تم کو روزی سے پریشان نہ کرے گا۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کو حضرت گنگوہیؒ سے کس قدر عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ لوگ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو خشک مزاج بتلاتے ہیں۔ کیونکہ یا تو کبھی ملے نہیں یا اگر ایک دو دفعہ ملے تو اتفاق سے ایسے وقت ملے کہ مولاناؒ کسی دوسرے شغل یا احتساب میں مشغول ہوتے اور ساری عمر کیلئے رائے قائم کر دی۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ فلاں جج صاحب بڑے خوش اخلاق ہیں کا سن کر کوئی عدالت میں جاوے اور اتفاق سے ایسے وقت پہنچے کہ جج صاحب دو شخصوں کو حبس دوام کا حکم سنا رہے ہوں اور دو شخصوں کو پھانسی کا۔ تو یہ شخص جج صاحب کو نہایت درجہ کا خونخوار سمجھے گا، لیکن عقلمند یہی کہے گا کہ بھائی تم نے عدالت میں دیکھا ہے۔ پھر اتفاق سے اس وقت سنگین مقدمات پیش تھے، ذرا ان کے بنگلہ پر جا کر دیکھو۔ اسی طرح بزرگوں کے پاس ایک وقت جا کر دیکھا اور کہہ دیا کہ یہ نہایت خشک ہیں۔

**حضرت امام ربانیؒ کی حضرت حکیم الامتؒ سے محبت**

ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرتؒ اس وقت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔

جب حضرت حکیم الامتؒ ملنے کیلئے تشریف لائے تو حضرت امام ربانیؒ چارپائی سے اتر کر نیچے تشریف لائے اور عام لوگوں میں آ بیٹھے۔ حضرت حکیم الامتؒ کو خجلت ہوئی اور عرض کیا کہ اب تو اکثر حاضری کا اتفاق ہوا کرے گا، میں تو خادموں کے طور پر حاضر ہوتا ہوں۔ خادموں کا سا برتاؤ فرمایا کریں۔ مولاناؒ نے یہ فرما کر حضرت حکیم الامتؒ کی خجلت دور فرمائی کہ نہیں میں دیر سے لیٹا ہوا تھا اس لئے آ بیٹھا ہوں اور آئندہ خیال فرما کر نشست نہ بدلی۔

ایک مرتبہ تھانہ بھون کے کچھ لوگ حضرت گنگوہیؒ کے پاس حضرت حکیم الامتؒ سے شکایت کرنے لگے کہ ایسا کرتے ہیں ویسا کرتے ہیں اور ابھی نام ظاہر نہ کیا تھا۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کس کی شکایت ہے۔ انہوں نے کہا مولانا اشرف علی صاحبؒ کی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نہیں سننا چاہتا وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں۔ نفسانیت سے نہیں کرتے۔ بشریت سے غلطی دوسری شے ہے، وہ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتؒ کا گنگوہ میں ایک مقام پر وعظ ہو رہا تھا۔ کچھ لوگ حضرت گنگوہیؒ کے پاس بیٹھے تھے جس میں حضرت امیر شاہ خاں صاحبؒ بھی تھے۔ حضرت گنگوہیؒ نے حاضرین سے غصہ ہو کر فرمایا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو ایک عالم ربانی کا وعظ ہو رہا ہے۔ اس کے وعظ میں جاؤ میرے پاس کیا رکھا ہے۔

حضرت امیر شاہ خاں صاحب مرحوم و مغفور فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور جناب مولوی اشرف علی صاحبؒ بھی گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے، صبح کی نماز کے بعد آپ حضرت گنگوہیؒ سے کچھ پوچھتے ہوئے حضرت کیساتھ ساتھ حجرے تک تشریف لے گئے اور سہ دری میں پہنچ کر دونوں حضرات کھڑے ہو گئے اور کچھ دیر تک کھڑے کھڑے گفتگو ہوتی رہی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ مولانا اور حضرت سے مولود وغیرہ کے باب میں مکاتبت ہوئی تھی اور مجھے حضرت مولانا سے اپنے مسلک سابق کی وجہ سے عقیدت نہ تھی جبکہ میں نے حضرت گنگوہیؒ کا حضرت مولانا تھانویؒ سے اس خصوصیت کا برتاؤ دیکھا تو حضرت قدس سرہٗ سے دریافت کیا، کیا مولوی اشرف علی صاحبؒ اچھے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ ہاں اچھے ہو گئے میں نے پھر پوچھا کیا بالکل اچھے ہو گئے۔ مولانا نے تیز لہجہ میں فرمایا ہاں بالکل اچھے ہو گئے۔ ان چند واقعات سے حضرت گنگوہیؒ کی حضرت حکیم الامتؒ سے محبت و لحاظ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محبت کی برکت | حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ آپکی صحبت میں یہ اثر تھا کہ کیسی ہی

پریشانی یا وساوس کی کثرت کیوں نہ ہو جونہی آپکی صحبت میں بیٹھے قلب میں ایک خاص قسم کا سکون اور جمعیت حاصل ہوئی جس سے سب کدورتیں رفع ہوگئیں اور قریب قریب آپکے کل مریدوں میں عقاید کی درستی، دین کی پختگی خصوصاً حب فی اللہ و بغض فی اللہ بدرجہ کمال مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ سب برکت آپکی صحبت کی ہے۔

اس مکاتبت کا نام ضیاء الافہام من علوم بعض الاعلام ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ خلو عن المنکرات مباح سمجھتے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ بہ اندیشہ فساد منع فرماتے تھے۔ بالآخر حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ تفصیل تذکرۃ الرشید میں ہے۔

ملفوظات | اب چونکہ حضرت گنگوہیؒ اس دار فانی سے عالم جاودانی تشریف لے گئے اس لئے اب ہمیں ان کی صحبت میسر نہیں ہوسکتی۔ ان کے ملفوظات ہی ہمارے لئے موجب تسکین ہیں ؎

چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب — بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
چونکہ شد خورشید ما را کرد داغ — چارہ نبود در مقامش جز چراغ

حضرت حکیم الامتؒ خلیفہ خاص حضرت حاجی صاحبؒ خواجہ تاش حضرت گنگوہیؒ کی زبانی حضرت امام ربانیؒ کے ملفوظات ملاحظہ فرمائیے: وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ آمین۔

## ملفوظات

۱۔ فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ جو لوگ علمائے دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ قبر میں ان کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صد ۵۴)

۲۔ فرمایا: کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں اہل باطل کے تکفیر کا ذکر تھا۔ اسی روز جوش میں شانِ رحیمی کا ذکر ہو رہا تھا۔ یہاں تک فرمایا کیا کافر کافر لئے پھرتے ہو۔ قیامت میں دیکھو گے کہ انہیں کی مغفرت ہوگی جنہیں تم دنیا میں کافر قطعی کہتے ہو اور واقع میں وہ کافر نہ ہوں گے مگر نہایت ضعیف الایمان ہوں گے۔ پھر فرمایا لیکن اگر ڈرانے دھمکانے کیلئے شرعی انتظام کیلئے کسی وقت کافر کہہ دیا جاوے تو اس کا مضائقہ نہیں۔ اس میں شانِ انتظامی کا ظہور ہوگیا۔ (کمالات اشرفیہ صد ۹۲)

سید الطائفہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس قدر نظر وسیع ہو جاتی ہے، اعتراض کم ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اندر اس قدر حسنِ ظن

تھا کہ کہیں نہ دیکھا۔ (ارواحِ ثلاثہ صفحہ ۲۲۵) یہ ملفوظ حضرت گنگوہیؒ کی وسیع النظری کا شاہد ہے اور بے مثال حسنِ ظن کی دلیل ہے۔

۳۔ فرمایا: کہ ایک بار حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ کسی سے کسی قسم کی توقع مت رکھو چنانچہ مجھ سے بھی مت رکھو۔ یہ بات دین و دنیا کا گُر ہے۔ جس شخص کی یہ حالت ہوگی وہ افکار و ہموم سے نجات پائے گا (کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۱۲۷) غیبت جیسا گناہ کبیرہ بھی توقع سے ہوتا ہے کیونکہ انسان اسی کی غیبت کرتا ہے جس سے توقع رکھی ہوئی تھی۔ مرزا غالب مرحوم نے سچ فرمایا ہے ؎

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

۴: فرمایا: کہ تہذیب اس کا نام ہے کہ بناوٹ نہ ہو۔ چنانچہ گاؤں کے لوگ نہایت مخلص ہوتے ہیں۔ نانوتہ کے پاس آبہہ ایک گاؤں ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ وہاں عرصہ تک قیام فرما رہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی اس موضع میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ہمراہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس گاؤں سے لوگ آتے ہیں اور ان کو یہاں قیام کرنا ہوتا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم اتنے آدمی ہیں اور رات کو قیام کریں گے۔ میں اس بات کی بڑی قدر کرتا ہوں، میں ان کی چیز واپس نہیں کرتا۔ ان میں کوئی بناوٹ نہیں ہوتی۔ پہلے آبہہ کے لوگ جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا آبہہ ہمارا ہی ہے، اور پھر ہمارے مسلک کے خلاف جمعہ پڑھتے ہیں۔ یہ خبر گاؤں میں پہنچی تو سب نے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ (کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۱۳۱) حضرت گنگوہیؒ کے فتویٰ پر تمام دنیا نے چون و چرا عمل کرتی تھی۔ سب کو آپ کے فتویٰ پر یقین تھا۔

۵۔ فرمایا: ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ جو سائل جوان ہٹا کٹا ہو اسکو بھیک دینا کیسا ہے؟ فرمایا یوں کہہ دو کہ آگے جاؤ یا خاموش رہو، خود ہی چلا جاوے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر لوگ نہ دینے پہ پورا عمل کریں تو ایسے لوگ مانگنا ہی چھوڑ دیں۔ بھیک مانگنے والے جو قادر ہوں کسب پر، فقہا نے ان کو دینا حرام لکھا ہے۔ کیونکہ سوال کرنا ایسے شخص کو حرام ہے اور بھیک دینا یہ اعانت ہے معصیت پر اس لئے وہ بھی حرام ہے اور دلیل یہ ہے: لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (یعنی گناہ اور ظلم کے لئے مدد نہ کرو) مولانا گنگوہیؒ نے اس مسئلہ کو بیان فرمایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ لوگ غل تو مچاویں گے مگر دیتا ہوں۔ چنانچہ بڑا غل مچا۔ بات یہ ہے کہ مانگنا رسم ہو گیا ہے اور رسم کے خلاف لوگ نہیں مانتے (کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۱۳۳) اللہ تعالیٰ ہمیں رسوم سے بچائیں اور سنّت پہ عمل کی توفیق بخشیں۔ آمین

۶۔ فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے ایک جگہ قسم کھائی ہے کہ مجھ میں کوئی کمال نہیں ہے۔ محض احباب کا حسن ظن ہے جو میرے ساتھ ہے۔ بعض مخلص لوگوں کو اس میں شک ہو گیا کہ مولانا میں کمال کا ہونا تو ظاہر ہے تو اس قول سے مولاناؒ کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے۔ پھر ہمارے حضرتؒ حکیم الامتؒ نے مولاناؒ کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ بزرگوں کو آئندہ کمالات کی طلب میں موجودہ کمالات پر نظر نہیں ہوتی پس مولانا اپنے کمالات موجودہ کو کمالات آئندہ کے سامنے نفی خیال فرماتے تھے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک ہزار روپے ہیں، وہ لکھ پتیوں کے سامنے مالدار نہیں۔ البتہ دوسرے شخصوں کو مولاناؒ کی نسبت یہ گمان کہ وہ خالی از کمالات تھے، نہ کرنا چاہئے (کمالات اشرفیہ ص۱۶۱، اشرف السوانح ج ۱ ص۴۲۹) حق تعالیٰ شانہٗ کی بڑی عظیم الشان بے مثال درگاہ ہے۔ یہاں سے جو کچھ عطا ہو، آگے کی ہوس کرنا چاہئے۔ کسی ایک مقام پر بس نہیں کرنا چاہئے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست ہر کہ بروے میرسی بروے

۷۔ فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے پوچھا کہ میرا جی تنہائی کو بہت چاہتا ہے لیکن اس میں لوگوں کی دل شکنی کا بہت خیال ہوتا ہے حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ اپنی مصلحت دیکھ لو اور کسی کا خیال نہ کرو۔ سب کو بھاڑ دبھی، مار دبھی۔ یہ اس طرح فرمایا کہ گویا خود پر بھی گزر رہی ہو۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۱۸ و اشرف السوانح ج ۱ ص۳۸۲)

۸۔ فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا یہ قول مجھے بہت ہی پسند ہے کیونکہ میرے مذاق کے موافق ہے وہ یہ کہ تحمل سے زیادہ کبھی اپنے ذمہ کام نہ لے چنانچہ ایک صاحب نے مولانا (حکیم الامتؒ) کے کسی مہمان سے بستر کیلئے پوچھا تو معلوم ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر اس کے پاس نہ ہوتا تو تم کہاں سے دیتے اور اگر ایک دو بستر کہیں سے لا بھی دئیے تو اگر بہت سے مہمان آئے اور کسی کے پاس بھی بستر نہ ہو تو سب کیلئے کہاں سے لاؤ گے۔ خبردار جو کسی سے بستر کیلئے پوچھا۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۱۸)

۹۔ فرمایا مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس کوئی بیٹھا ہوا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے اور مولانا رشید احمد صاحبؒ کی اور شان تھی۔ کوئی بیٹھا ہو جب اشراق کا یا چاشت کا وقت آیا وضو کر کے وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ کہہ کر اٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اٹھنے کی اجازت لیں، جہاں کھانے کا وقت آیا لکڑی لی اور چل دئیے چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو۔ وہاں یہ شان تھی جیسے بادشاہوں کی شان ہوتی ہے۔ ایک تو بات ہی کم کرتے تھے اور اگر کچھ مختصر سی بات کہی تو جلدی سے ختم کر کے تسبیح لے کر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب

دے دیا گیا اور اگر نہ پوچھی تو کوئی گھنٹوں بیٹھا رہے۔ انہیں کچھ مطلب نہیں۔ مولانا قاسم صاحبؒ کے پاس جب تک کوئی بیٹھا رہتا بولتے رہتے۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۲۶)

۱۰۔ فرمایا کہ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ مولانا گنگوہیؒ سے فرمانے لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے کہ آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے۔ ہماری نظر ایسی نہیں، بولے جی ہاں ہمیں کچھ جزئیات یاد ہوگئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں۔ ہم نے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا۔ ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں، وہ انہیں اپنے سے بڑا سمجھتے اور وہ انہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۲۶)

۱۱۔ فرمایا مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولانا رشید احمد صاحب حج کو چلے تو بمبئی میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ تو لوگوں سے ملتے پھرتے اور مولانا گنگوہیؒ انتظام میں مشغول رہتے مولانا محمد قاسم صاحبؒ واپس آتے تو مولانا گنگوہیؒ فرماتے کچھ فکر بھی ہے کہ کیا انتظام کرنا چاہیئے۔ مولاناؒ فرماتے کہ مجھے فکر کی کیا ضرورت ہے جب آپ بڑے سر پر موجود ہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۲۶)

۱۲۔ فرمایا کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں (دبانے) کی کبھی نہیں کی کہ شاید مجھ سے نہ آوے تو انہیں تکلیف ہو۔ عمر بھر میں ایک دفعہ مولانا گنگوہیؒ کو پنکھا جھلنے بیٹھا تھا۔ اس وقت مولاناؒ اور میں اکیلے تھے، کبھی یہ کام کیا نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں مونڈھے دکھنے لگے۔ اب اور کوئی دوسرا وہاں نہ تھا کہ اسکو دے دوں اور موقوف کر دینا برا معلوم ہوا۔ جی چاہا کہ کوئی آجاوے تو اچھا ہو۔ چنانچہ ایک صاحب آ گئے، میں نے ان کے حوالے کر دیا اور جی میں کہا کہ توبہ ہے جو اب پنکھا جھلوں، نہ ہمارے بزرگوں کو کبھی اس کا خیال ہوا، اب جیسا برتاؤ بزرگوں کا دیکھا ویسے ہی کرنے کو جی چاہتا ہے (ایضاً ص۲۲۵)

۱۳۔ فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے سنا ہے کہ یاجوج ماجوج کی تبلیغ ہو چکی ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رات بھر اس دیوار کو چاٹتے ہیں اور کھودتے ہیں جو ان کے درمیان حائل ہے۔ جب وقت آوے گا تو یہ کہیں گے کہ انشاء اللہ کل اس کو ختم کر دیں گے۔ انشاء اللہ کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ کا نام معلوم اور تبلیغ ہو چکی ہے۔ یہ نئی بات معلوم ہوئی۔ پہلے سے معلوم نہ تھی۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۶) اس حدیث سے حضرت گنگوہیؒ کے حدیث کا عمیق النظری اور غور و فکر سے مطالعہ کرکے عجیب استدلال کرنا معلوم ہوا۔

۱۴۔ فرمایا حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم کو پہلے سے خبر ہوتی کہ تصوف میں آخر میں کیا چیز حاصل ہوتی ہے تو میاں ہم کچھ بھی نہ کرتے۔ مدتوں کے بعد معلوم ہوا کہ جس کیلئے اتنے مجاہدات اور ریاضت کئے تھے۔ وہ ذرا سی بات ہے۔ حضرتؒ نے تو اپنی عالی ظرفی کی وجہ سے

اس ذراسی بات کو نہیں تلایا، میں اپنی کم ظرفی سے بتلاتا ہوں کہ وہ ذراسی چیز ہے کیا جسکو حاصل کرنے کیلئے اتنی محنتیں کرنی پڑتی ہیں وہ یہی ہے جسکو میں نے تبدیل ثانی کے عنوان سے بیان کیا ہے کیونکہ یہی ہے پیدا کرنے والی تعلق مع اللہ کی اور یہی ہے محافظ تعلق مع اللہ کی اور یہی ہے بڑھانے والی تعلق مع اللہ کی۔ غرض وہ ذراسی بات جو تصوف کا حاصل ہے یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی ہو سستی کا مقابلہ کرکے اس طاعت کو کرے اور جسکو یہ بات حاصل ہوگئی اسکو پھر ضرورت نہیں، شیخ کی نہ سید کی نہ مغل کی نہ پٹھان کی۔ نہیں تو چاروں ذاتوں کی ضرورت ہے ؎

کشند از برائے دے بار ہا — خورند از برائے گلے خار ہا

شیخ کا بس یہی کام ہے کہ اسی ذراسی بات کے حاصل کرنے کی تدبیریں بتلاتا ہے اور کچھ نہیں کرتا۔ بدون شیخ کے اس کا حصول متعذر ہے۔ قدم قدم پہ گاڑی اٹکے گی یہ پتہ نہ چلے گا کہ ادھر جاؤں یا ادھر۔ دونوں چیزیں ایک نظر آئیں گی ؎

بحر تلخ و بحر شیریں ہمعناں — درمیان شان برزخ لا یبغیان

۱۵۔ فرمایا: مولانا گنگوہیؒ کا دیکھئے کیا طرز تھا۔ درس حدیث کیلئے نہ کوئی مکان تھا، نہ مدرسہ تھا۔ کچھ مساجد میں رہتے تھے۔ کچھ وہاں ہی کے حجروں میں، جن میں سے بعض حجرہ کی چھت ایسی کہ کہیں گر نہ جاتے ساری عمر اسی طرح گزار دی۔ (کمالات اشرفیہ ص۳۴۳)

۱۶۔ فرمایا: مولانا گنگوہیؒ کے یہاں ایک رئیس نے طلبہ کیلئے روپیہ بھیجا۔ درس ملتوی ہوچکا تھا۔ حضرتؒ نے واپس فرما دیا۔ اور فرمایا کہ جس کام کیلئے بھیجا ہے وہ یہاں ہے نہیں اس لئے واپس ورنہ ممکن تھا کہ اور کسی کام کیلئے مشورہ دیا جاتا تو وہ رئیس ضرور قبول فرما لیتے۔ (کمالات اشرفیہ ص۳۴۴)

۱۷۔ فرمایا: جب گنگوہ میں جامع مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی تو ایک رئیس نے حضرتؒ کو یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ اس کام کا تخمینہ کرا کے اطلاع فرما دیں۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس کوئی انجنیئر نہیں ہے۔ اگر دل چاہے اپنا آدمی بھیج کر تخمینہ کرا لیجئے۔ صاف جواب دے دیا۔ یہ زندگی تھی ہمارے حضرات کی۔ پھر سلف صالحین کا یہ طرز نہیں تھا مگر اب ضرورت ہے اس طرز کی، لیکن ہمارے حضرات نے اس ضرورت کے زمانہ میں بھی طرز سلف کر دکھایا۔ ہم چونکہ ضعفاء ہیں اس لئے اسباب کے ساتھ تشبث رکھنے کی ضرورت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص۳۴۳)

۱۸۔ فرمایا: حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کے ایک خلیفہ تھے، ان کے یہاں ایک مرتبہ چوری ہوگئی۔ ان صاحب کا رئیسانہ مزاج تھا مگر تھے اہل نسبت۔ ان کے سامنے کسی نے ایک جولاہا کا نام

ے دیا۔ وہ نمازی تھا، مگر کم وقعت تھا۔ ان صاحب نے ان کو بلایا وہ ڈر گیا اور باتیں دریافت کرتے وقت خوف کی وجہ سے اس کے کلام میں لغزش ہوئی۔ اسکی وجہ سے اس پر کچھ شبہ ہوا دران صاحب نے اسکو مارا۔ وہ مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا مولاناؒ کو بہت ناگوار ہوا۔ بس مولاناؒ نے ان صاحب کو رقعہ لکھا کہ اگر خدا تعالیٰ آپ سے سوال کریں کہ آپ نے اس غریب کو کس حجت شرعیہ سے مارا تو آپ کے پاس کچھ جواب ہے، اس جواب کو آپ تیار کرلیں۔ اس رقعہ کو سن کر ان صاحب کا سر سے پاؤں تک سناٹا نکل گیا۔ پس گنگوہ پیدل پہنچے۔ مولاناؒ اس وقت حجرے میں لیٹے تھے۔ باہر ایک طالب علم بیٹھے تھے۔ ان صاحب نے ان طالب علم سے کہا کہ مولاناؒ کو اطلاع کردو کہ ایک ناپاک کتا آیا ہے اگر منہ دکھانے کے قابل ہو تو منہ دکھاوے ورنہ کسی کنویں میں ڈوب مرے تاکہ یہ عالم پاک ہو۔ طالب علم نے اطلاع کی۔ مولاناؒ نے بلالیا۔ ان صاحب نے کہا حضرتؒ میں تو تباہ ہوگیا۔ مولاناؒ نے فرمایا کیوں قصہ پھیلایا ہے۔ گناہ ہوگیا تو توبہ کرلو یہی علاج ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا بعض دفعہ ایک شیخ دوسرے شیخ کے سامنے مبتدی ہو جاتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص۳۲۹)

۱۹۔ فرمایا: کہ مجھے توسل کے مسئلہ میں اشکال تھا۔ اسکو حل کرنے کیلئے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہوا۔ (یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت گنگوہیؒ کی بینائی نہ رہی تھی) سلام کے بعد میں نے اس خیال سے کہ حضرت (گنگوہیؒ) نے سلام کی آواز سے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ عرض کیا کہ توسل کے مسئلہ میں کچھ پوچھنا ہے۔ فرمایا کہ کون پوچھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اشرف علی۔ فرمایا کہ تعجب ہے۔ بس اتنی گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد مجھے بھی کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور واپس تھانہ بھون آگیا۔ مگر اس مسئلہ میں ایسا شرح صدر ہوا کہ کوئی اشکال اور کھٹک باقی نہ رہی۔ میں نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ تصنیف کیا اس میں مسئلہ توسل کو خوب شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے (اس رسالہ کا نام الادراک والتوصل الی حقیقۃ الاشراک والتوسل ہے) اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد حضرت حکیم الامتؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ (القول العزیز ص۱۰۱)

اے لقائے تو جواب ہر سوال　　مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

۲۰۔ فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ذاکر کو تقلیل غذا سے منع فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنے کچھ حالات بیان کئے تو مولاناؒ نے فرمایا کہ دماغ میں یبس آگیا ہے، جنون کا مقدمہ ہے۔ تم تقلیل غذا موقوف کردو اور دماغ کا علاج کرو۔ مگر وہ تو ان کشفیات کو کمال سمجھے ہوئے تھے۔ اس لئے مولاناؒ کے قول پر اعتماد نہ کیا، بالآخر جنون ہوگیا اور سارے اذکار و اشغال موقوف ہوگئے پھر یہ حالت

تھی کہ بالکل ننگے بیٹھا کرتے تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اپنے اعضاء کو سرکاری مشین سمجھ کر کبھی تیل بھی دیا کرو، دودھ گھی بھی کھایا کرو۔ اس حیثیت سے ان کی محبت کرنا حفاظت کرنا اور جب ان سے خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل ہو جائے تو اس پر ان کی تعریف کرنا سب محمود ہے۔ یہی مطلب ہے اس شعر کا۔ (العید والوعید ص۴۰)

شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست    آفریں باد بریں ہمت مردانہ ما

۲۱۔ فرمایا: آجکل یہ مصیبت عام ہو رہی ہے کہ قضاء اور خطابت میں بھی میراث چلنے لگی ہے کہ قاضی کی اولاد قاضی اور خطیب کی اولاد خطیب چاہے علم اور دین سے کورے ہی ہوں۔ گنگوہ میں ایک جاہل قاضی تھے، انہوں نے مولانا گنگوہیؒ کی نقل اتارنا چاہا۔ مولاناؒ کی عادت تھی کہ عیدین کے خطبہ میں کچھ مسائل صدقہ فطر اور قربانی کے متعلق بیان فرمایا کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے سوچا ہم مولاناؒ سے کسی بات میں کم کیوں رہیں۔ ہم بھی مسائل بیان کریں گے تو آپ نے مسئلہ بیان کیا کہ قربانی میں گائے پورے سال بھر کی ہونا چاہئے اور نہ معلوم کیا گڑ بڑ کی کہ لوگ ہنس پڑے کہ جاہل کو مسائل تو معلوم نہیں، مولاناؒ کی ریس کرتا ہے، مگر اس پر بھی وہ قاضی بنے ہوئے تھے، کیونکہ قاضی کی اولاد میں تھے۔ حیرت ہے کہ ان باتوں میں تو میراث چلتی ہے اور اس میں میراث نہیں چلتی کہ باپ لنگڑا ہو تو بیٹا بھی لنگڑا ہو اور اگر صحیح سالم ہو تو لنگڑا بن جایا کرے اور اگر باپ آنکھوں کے حافظ جی ہوں تو لڑکا بھی حافظ ہو یعنی اندھا ہو کیونکہ عرف میں ہر اندھے کو حافظ ہی کہتے ہیں۔ (اصلاح ذات البین ص۱۱۹)

---


# "ماہنامہ الحق"

# میں

# اشتہارات دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں